

## حالات و واقعات

ابو عمار زاہد الراشدی

### حضرت مولانا محمد سالم قاسمی

دارالعلوم (وقف) دیوبند کے مہتمم حضرت مولانا محمد سالم قاسمی کی عالات کے بارے میں کئی روز سے تشویشاں کے خبریں آ رہی تھیں جبکہ گزشتہ روز کی خبروں نے اس تشویش میں مزید اضافہ کر دیا۔ اسی دوران خواب میں ان کی زیارت ہوئی، عمومی کی ملاقات تھی، میں نے عرض کیا کہ حضرت! دو چار روز کے لیے دیوبند میں حاضری کو بھی چاہ رہا ہے مگر وہرے کی کوئی صورت سمجھ میں نہیں آ رہی، میری طرف غور سے دیکھا اور فرمایا اچھا کچھ کرتے ہیں۔ خواب بس اتنا ہی ہے، اب خدا جانے پر وہ غیب میں کیا ہے، مگر یہ اطمینان ہے کہ خاندانِ قاسمی کی نسبت سے جو بھی ہو گا خیر کا باعث ہی ہوگا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت مولانا محمد سالم قاسمی خاندانِ قاسمی کے چشم و چراغ اور اس عظیم خانوادہ کے ماتھے کا جھو مر تھے، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی کے فرزند و جانشین، استاذ الاساتذہ حضرت مولانا حافظ محمد احمد کے پوتے اور حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانو توی کے پڑپوتے تھے۔ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب کے ساتھ میری نیازمندی اپنے شیخ و مرشد حضرت مولانا عبد اللہ انور کے ویلہ سے تھی کہ ان بزرگوں کا باہمی قرب و تعلق مثالی تھا۔ حضرت قاری صاحب جب بھی پاکستان تشریف لاتے تو شیر انوالہ لاہور میں کوئی نہ کوئی مجلس ضرور بھتی اور میر اشمار اس دور میں شیر انوالہ کے حاضر باش شرکاء میں ہوا کرتا تھا، اس لیے متعدد بار ان برکات سے فیض یاب ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔

حضرت قاری صاحب کے بعد حضرت مولانا قاری محمد سالم قاسمی کے ساتھ بھی اسی تسلسل میں نیازمندی کا تعلق رہا اور جب دارالعلوم دیوبند کے صد سالہ اجلاس کے موقع پر والد ممتاز حضرت مولانا محمد سرفراز خان صدر اور عم مکرم حضرت مولانا صوفی عبد الحمید خان سوائی کے ساتھ میں بھی شریک تھا، ہم تینوں کا قیام حضرت مولانا محمد سالم قاسمی کے مکان میں رہا اور چند روز تک ہم ان کی میزبانی کا حظ اٹھاتے رہے۔ ہمارے ساتھ گوجرانوالہ کے چند اور دوست مولانا مفتی محمد نعیم اللہ، قاری محمد یوسف عثمانی، جناب امان اللہ قادری، عبدالمتین چوہان مرحوم اور دیگر حضرات کے علاوہ بزرگ اہل حدیث عالم دین مولانا حکیم محمود بھی اسی مکان میں ہمارے ساتھ قیام پذیر تھے۔ اس دورے میں حضرت قاری صاحب کی رہائش گاہ کا قیام اور حضرت مولانا سید اسعد مدینی کی دعویں اور جالس میری زندگی کے یادگار لمحات میں سے ہیں۔

مولانا محمد سالم قاسمی جب پاکستان تشریف لاتے تو میری کوشش ہوتی کہ کسی جگہ ان کی زیارت و ملاقات کی کوئی صورت بن جائے جس میں اکثر کامیاب ہو جاتا۔ ایک بار گوجرانوالہ تشریف لائے تو میرے

گھر کو بھی رونق بخشی اور جامع مسجد شیراںوالہ باغ میں میری رہائش گاہ پر ناشتہ کے لیے قدم رنج فرمایا۔ لاہور، راولپنڈی اور دیگر مقامات کی بعض ملاقاں میں ابھی تک ذہن کی اسکرین پر جھملاتے ہیں مگر ایک ملاقات بہت یادگار رہی۔ میں ولڈ اسلامک فورم کے چیئرمین مولانا محمد عیسیٰ منصوری کے ساتھ بگلہ دیش کے سفر پر تھا، سلہٹ میں ایک پرانے اور معروف بزرگ حضرت شاہ جلال کامزار ہے جو لوگوں کی عقیدتوں اور محیتوں کا مرکز ہے، میں اسے سلہٹ کا داتا دربار کہا کرتا ہوں، ہم وہاں اپنے پروگرام کے تحت گئے تو معلوم ہوا کہ دربار کے ساتھ جو دینی درسگاہ ہے وہ ہمارے ہم مسلک دوستوں کے زیر انتظام ہے اور وہاں حضرت مولانا محمد سالم قاسمی تشریف لائے ہوئے ہیں۔ ہم ان کی قیام گاہ پر پہنچ گئے تاکہ زیارت و ملاقات کی سعادت حاصل ہو جائے۔ میزبانوں کو ایک پاکستانی مولوی کی کسی طے شدہ پروگرام کے بغیر ان سے ملاقات کرانے میں تردد تھا اور اس تردد کی وجہ بھی سمجھا رہی تھی۔ میں نے ڈیوٹی پر موجود ایک صاحب کو اپنا نام لکھ کر دیا کہ حضرت کو صرف یہ نام بتا دیں اگر وہ اجازت دیں تو ملاقات کر دیں۔ حضرت مولانا مرحوم نے نام پڑھا تو بڑی خوشی کا اظہار کیا کہ یہ ادھر ہیں؟ بہر حال اذن باریابی مل گیا اور کچھ دیر مغل فرما۔ ایک بار جدہ کے سفر میں دوستوں نے بتایا کہ حضرت مولانا محمد سالم قاسمی تشریف لائے ہوئے ہیں اور قریب ہی ایک دوست کے ہاں قیام پذیر ہیں۔ حاضری پر خوشی کا اظہار فرمایا، مختلف مسائل پر باہمی گفتگو ہوئی اور دعاوں سے نواز۔ اسی طرح اور بھی بعض مقامات پر ملاقات و گفتگو کا شرف حاصل ہوا۔

حضرت مرحوم کے والد گرامی حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی اپنے دور کے بڑے خطباء میں شمار ہوتے تھے اور انہیں بجا طور پر خطیب اسلام کہا جاتا تھا۔ بلکہ میں نے ان کی پہلی زیارت اپنے طالب علمی کے دور میں ایک جلسہ میں ہی کی تھی جب لاہور کے انارکلی بازار میں بہت بڑا جلسہ تھا، والد گرامی حضرت مولانا محمد سرفراز خان صدر حضرت قاری صاحبؒ کی تقریر سننے کے لیے کوچراں والہ اور تشریف لے گئے تو مجھے بھی ساتھ لے لیا۔ میرا شاید کافیہ کا سال تھا اور میں نو عمر لڑکا ہی تھا مگر اس سفر کی بہت سی باتیں اور جلسہ کا منظر ابھی تک نگاہوں کے سامنے ہے۔ حضرت قاری صاحبؒ کی باتیں تو یاد نہیں مگر ان کا سر اپاپ بھی نظروں کے سامنے گھوم جاتا ہے۔ مولانا محمد سالم قاسمی کی خطاب اپنے والد گرامیؒ کی خطابت کا رنگ رکھتی تھی اور انہیں خطیب الاسلام کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا مگر میرا طالب علمان ذوق حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ کے لیے خطیب کی بجائے ”متکلم الاسلام“ کے تعارف کو زیادہ ترجیح دیتا ہے۔ متکلم کا اپنا دائرہ ہوتا ہے اور محمد شین، فقہاء، مناظرین اور مفسرین کی طرح متکلمین بھی مستقل تعارف رکھتے ہیں۔ متکلم کا کام اپنے دور کی عقليات کے دائرے اور ماحول میں اسلامی عقائد اور ان کی تعبیرات کی تشریح و توضیح کرنا ہوتا ہے اور ہر دور میں جلیل القدر متکلمین امت مسلمہ کی راہنمائی کرتے رہے ہیں۔ جب دیوبندی مکتب فکر کی ان دائروں میں تقسیم کی بات ہوتی ہے تو میں عرض کیا کرتا ہوں کہ ہمارے سب سے بڑے متکلم جمیع الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانو توئیؒ تھے، ان کے بعد شیخ الاسلام حضرت علامہ شیعراحمد عثیانیؒ نے اس محاذ کو سنبھالا اور پھر حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ ان دونوں کے ترجمان بن گئے۔ مولانا محمد سالم قاسمیؒ کی خطابت و تدریس میں بھی اس کی بھرپور جملک پائی جاتی تھی اور بسا اوقات ان کی گفتگو سنتے ہوئے ہم